30842-ارامکو کمپنی میں سیونگ سسٹم کا نظام اوراس کے متعلق فتاوی جات میں اختلاف کے بارے میں موقف

سوال

ہم ارامکو سعودی کمپنی میں ملازم ہیں، ہم بھی ایک مسلمان کی طرح شرعی اور حلال مال حاصل کرنا اہم سمجھتے ہیں، اللہ جانتا ہے کہ ہم ان آخری ایام میں کتنے پریشان ہیں، ممکن ہے سعودی ارامکو کمپنی کے سیونگ سسٹم کے متعلق آپ کو کچھ معلومات حاصل ہوں (کمپنی مجھے ترغیب دیتی ہے کہ میں ان کے پاس کچھ رقم جمع کرواتا رہوں جو مجھے ریٹائرمنٹ یا کمپنی میں کام چھوڑنے کے وقت پنشن کی صورت میں ملے گی)چنانچہ پنشن میری مدتِ ملازمت کے مطابق خاص تناسب کی بنیاد پر بنے گی، مثال کے طور پر :
اگر میری مکمل حصہ داری 100000 ریال ہو اور کمپنی میں میری ملازمت دس برس ہو تو میری سیونگ 100000 ایک لاکھ ریال ہوگی۔ اور اگر میری ملازمت کی مدت سات برس ہو تو میری سیونگ 100000 میں سے صرف 70% ستر فیصد ہوگی جو کہ 70000 ریال ہے۔
پہلے تو ہمیں یہی معلوم تھا کہ یہ نظام شرعی طور پر حرام ہے اور دائمی فتوی کمیٹی کے علماء کا فتوی یہی ہے، لیکن کچھ دن پہلے عبداللہ بن منیع حفظہ اللہ تعالی کی جانب سے ایک فتوی آیا ہے کہ یہ نظام جائز ہے، تو ہم حیرانی میں پڑھ گئے، اب ہمیں نہیں معلوم کہ ہم دائمی فتوی کمیٹی کا فتوی مانیں اور اس پر عمل کریں یا ماہر اقتصادیات شیخ منیع کے فتوی کو تسلیم کرتے ہوئے اس پر عمل کریں؟

پسندیدہ جواب

اول :

ارامکو کمپنی میں سیونگ کے جس نظام پر عمل کیا جارہا ہے وہ حرام اور صریحا سود ہے، کیونکہ اس میں قرض کے بدلے میں نفع دیا جاتا ہے، اس لیے کہ جس نے ایک لاکھ ریال دیا تاکہ وہ دس یا سات برس کے بعد یا اس کے علاوہ کسی اور مدت کے بعد واپس لے اور اس کے ساتھ اضافتاً اسے (مکافاۃ) یعنی پنشن جس کی مقدار ایک لاکھ یا ستر ہزار ریال یا ایک ریال بھی ہو ملے گا، یہ صریحا سود ہے جس کے حرام ہونے کے بارے میں اجماع ہے۔

امام ابن قدامہ رحمہ اللہ کہتے ہیں :

(کوئی بھی قرض جس میں شرط رکھی گئی ہو کہ رقم واپس کرتے وقت زیادہ دے گا بغیر کسی اختلاف کے حرام ہے، ابن منذر رحمہ اللہ کہتے ہیں : اس پر سب کا اجماع ہے کہ جب قرض خواہ، مقروض شخص پر زیادہ یا ہدیہ دینے کی شرط لگا کر قرض دے، تو یہ سود ہے۔

اور ابی بن کعب اور ابن عباس اور ابن مسعود رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ انہوں نے بھی منافع کے بدلے میں قرض دینے کو منع قرار دیا ہے)

"المغنی" (436/6)

اگر کمپنی اس نظام کو ادخار (جمع کرنا) یا سرمایہ کاری، اور مضاربت جیسے نام دے تو ان ناموں کا کوئی اعتبار نہیں ہے، کیونکہ ہر وہ سرمایہ کاری جس میں رأس المال کی ضمانت دی جائے وہ قرض شمار ہوتا ہے، اگرچہ لوگ اسے کوئی اور نام دیتے رہیں، چنانچہ اعتبار تو اشیاء کی حقیقت کا ہوتا ہے نہ کہ ان کے نام کا۔

اور جائز سرمایہ کاری، یا بچت، یا ادخار کے کئی بنیادی ضوابط ہیں، جن میں سے اہم یہ ہیں :

1–یہ کہ مال آپ کا ہو، اور کام دوسرے فریق کا، اور اگر فریقِ ثانی اپنی محنت کے ساتھ مالی حصہ بھی ڈالنا چاہے تو کوئی حرج نہیں۔

2–یہ کہ سرمایہ کاری کسی مباح کام میں ہو اور آپ کے علم میں ہو، کیونکہ غالب طور پر یہ کمپنیاں سودی بنکوں میں رقم رکھ کر سرمایہ کاری کرتی ہیں، یا پھر ایسے پراجیکٹ شروع کرتی ہیں جو مباح اور جائز نہیں ہوتے۔

3–دونوں فریق منافع کی نسبت پر اتفاق کریں، نہ کہ رأس المال سے، مثلا: آپ کو منافع میں سے پچاس فیصد یا دس فیصد ملے۔

4–مضاربت پر کام کرنے والا شخص آپ کے لیے رأس المال کی ضمانت نہ دے، بلکہ جب (کوتاہی کے بغیر) خسارہ ہو جائے تو خسارہ آپ کے مال میں ہوگا اور وہ اپنی محنت کا نقصان برداشت کریگا۔

اور جب رأس المال کی ضمانت دی جائے تو معاملہ قرض بن جائے گا، جس کی منافع کے بغیر ادائیگی کرنا ضروری ہے، اور اگر اس میں زیادہ کی شرط رکھی جائے تو وہ سود ہے۔

اللہ تعالی سے ہماری دعا ہے کہ وہ ہم سے سود اور اس کے خطرات کو دور کرے اور ہمیں حرام کی بجائے حلال کمائی کے ساتھ غنی کر دے۔

حاصل یہ ہوا کہ ارامکو کمپنی میں رأس المال کی ضمانت ہونے کی وجہ سے پایا جانے والا سیونگ سسٹم (یعنی جمع کرانے اور پھر پنشن کی شکل میں واپس لینے) کا نظام حرام ہے، اور اس لیے بھی کہ منافع کی شرح فیصد رأس المال کیساتھ محدود ہے، تو یہ اس صورت میں منافع کے ساتھ قرض بنے گا، اور اس لیے بھی کہ جس جگہ سرمایہ کاری کی جارہی ہے وہ مجہول ہے اس کا علم نہیں۔

دائمی فتوی کمیٹی نے ملازم کو کمپنی سے ملنے والے مکافأہ (پنشن) کے باطل ہونے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اسکی وجہ یہ بتلائی ہے کہ یہ مکافأہ (پنشن) صرف اسے ملتا ہے جو پیسے جمع کروائے، اور اگر یہ صرف مکافأہ ہی ہوتا تو سب ملازمین کو دیا جاتا۔

اور جیسا کہ سائل نے ذکر بھی کیا ہے کہ:

شیخ ابن باز رحمہ اللہ تعالی کی سربراہی میں دائمی فتوی کمیٹی کے علماء نے جن میں شیخ عبدالرزاق عفیفی، اور شیخ عبداللہ بن غدیان، اور شیخ عبداللہ بن قعود جو کہ کبار علماء کرام میں شامل ہوتے ہیں، ان سے ارامکو کمپنی میں ادخار یعنی سیونگ سسٹم کے متعلق سوال کیا گیا تو ان کا جواب تھا:

"ارامکو کمپنی میں پائے جانے والے سیونگ سسٹم میں شراکت حرام ہے، اس لیے کہ اس میں ربا الفضل اور ربا النسا (ادھار اور زیادہ سود دونوں) پایا جاتا ہے، اور یہ اس لیے کہ اس میں سود کی نسبت محدود اور مقرر کردہ ہے جو کہ جمع کرائے گئے مال پر سعودی ملازم کے لیے پانچ فیصد سے لیکر سو فیصد تک ہے، اور اسی طرح (تنخواہ سے) جمع کراونے والے ملازم کو مکافاۃ یعنی پنشن کی شکل میں کچھ دیا جاتا ہے جبکہ جمع نہ کروانے والے کو کچھ نہیں دیا جاتا، جیسا کہ انہوں نے اپنے سیونگ سسٹم میں بیان کیا ہے۔

ماخوذ از: "فتاوی اللجنۃ الدائمۃ" (13/510-515)

اور اسی طرح شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ اور دیگر اہل علم نے بھی ارامکو کمپنی کے سیونگ سسٹم کے متعلق حرمت کا فتوی دیا ہے۔

دوم:

جب کسی مسئلہ کے شرعی حکم کے متعلق علماء کرام کا اختلاف ہوجائے تو فتوی لینے والے کو چاہیے کہ وہ فریقین کے دلائل کو دیکھتے ہوئے حق جاننے کے لیے جدوجہد اور کوشش کرے، اور دلائل کی بنا پر جو اسے راجح معلوم ہوتا ہو اس پر عمل کرے، یہ تو اس وقت ہے جب فتوی لینے والا طالب علم ہو اور ترجیح کی قدرت رکھتا ہو۔

لیکن اگر وہ شرعی علم میں عدم تخصص کی بنا پر ترجیح نہیں دے سکتا تو اسے چاہیے کہ وہ بڑے اور قابلِ اعتماد عالم کی بات کو لے اور اس پر عمل کرے، لیکن عامی آدمی کو مختلف اقوال میں سے مرضی سے اختیار کرنے کی اجازت نہیں ہے۔

اور ہمارے اس مسئلہ میں واضح ہوگیا ہے کہ کبار علمائے کرام نے حرمت کا فتوی دیا ہے، اور مخالفین کے مقابلے میں یہی زیادہ علم رکھنے والے اور قابلِ اعتماد ہیں—اس مخالفت کو ہم باعث جرح نہیں بناتے-اس لیے آپ پر واجب اور ضروری ہے کہ آپ مذکورہ بالا دلائل اور تفصیل کی بنا اس نظام سے دور رہیں۔

شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ تعالی سے علمائے کرام کے اختلاف کے متعلق ایک مسلمان کے موقف کے بارے میں سوال کیا گیا تو ان کا جواب تھا :

"جب مسلمان کے پاس اتنا علم ہو کہ وہ علمائے کرام کے اقوال کے مابین دلائل کے ساتھ موازنہ اور مقارنہ کرسکے اور ان میں ترجیح دے سکے اور زیادہ صحیح اور راجح کو معلوم کرسکے تو اس پر ایسا کرنا واجب اور ضروری ہے، کیونکہ اللہ تعالی نے متنازع امور کو کتاب و سنت پر پیش کرنے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا ہے :

.{فَإِن تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَٰلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا}.

.{تو اگر تم کسی چیز میں اختلاف کرو تو اسے اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف لوٹاؤ اگر تم اللہ تعالی اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہو}.النساء (59)

لہذا اختلاف کردہ مسائل کو کتاب وسنت کی طرف لوٹایا جائے گا اور دلیل کے ساتھ جو راجح ہو اسے لے لیا جائے گا، کیونکہ واجب اور ضروری تو دلیل کی اتباع ہے، اور علمائے کرام کے اقوال دلائل سمجھنے کے لیے صرف معاون ہوتے ہیں۔

اور اگر مسلمان شخص کے پاس اتنا علم نہیں کہ اس سے وہ علمائے کرام کے اقوال کے مابین ترجیح دے سکے، تو ایسے شخص کو چاہیے کہ وہ ان اہل علم سے سوال کرے جن کے علم اور دین پر اسے اعتماد ہو، اور وہ اسے جو فتوی دیں اس پر عمل کرے۔

چنانچہ فرمان باری تعالی ہے :

.{فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِن كُنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ}.

.{تو اگر تم علم نہیں رکھتے تو اہل علم سے دریافت کرو}.الانبیاء (43)

اور علمائے کرام نے بیان کیا ہے کہ عام آدمی کا مذہب وہی ہوتا ہے جو اسکے مفتی کا مذہب ہو۔

لہذا جب اہل علم کے اقوال میں اختلاف ہو تو وہ سب سے زیادہ قابلِ اعتماد اور صاحبِ علم شخص کی بات مانے، یہ بالکل ایسے ہی ہے جیسے کسی شخص کو کوئی بیماری لاحق ہو تو وہ احتیاط کرتے ہوئے سب سے زیادہ ماہر، قابلِ اعتماد اور تجربہ کار ڈاکٹر کو تلاش کرتا اور اس کے پاس جاتا ہے کیونکہ وہ دوسروں کی بنسبت صحیح کے زیادہ قریب ہے، تو پھر دینی معاملات تو دنیاوی امور سے زیادہ احتیاط کے قابل ہیں۔

لیکن کسی مسلمان کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ علمائے کرام کے اقوال میں سے ایسا حق مخالف قول اختیار کرے جو اس کی خواہش کے موافق ہو، اور نہ ہی اس کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ ایسے علمائے کرام سے فتوی حاصل کرے جنہیں دیکھتا ہے کہ وہ مسائل اور فتوی میں تساہل سے کام لیتے ہیں۔

بلکہ اسے چاہیے کہ وہ اپنے دین کے لیے احتیاط سے کام لے اور ایسے علمائے کرام سے مسائل دریافت کرے جو زیادہ سے زیادہ علم رکھنے والے ہوں، خوفِ الہی و خشیت رکھیں" ۔ انتہی

دیکھیں : "اختلاف العلماء اسبابہ و موقفنا منہ "صفحہ (23)، مزید تفصیل کے لیے آپ سوال نمبر (22652) کے جواب کا مطالعہ کریں۔

پھر مسلمان شخص کے لیے ضروری اورواجب ہے کہ وہ ایسے شخص سے فتوی لینے سے اجتناب کرے جو تساہل سے کام لینے میں معروف ہو اور اپنے سے زیادہ علم رکھنے والے قابلِ اعتماد علمائے کرام کی مخالفت کرنے میں مشہور و معروف ہو۔

اسی طرح مسلمان کو خواہشات نفس کی اتباع اور پیروی کرنے اور ان فتووں کو لینے اور ان پر عمل کرنے سے بچنا چاہیے جو اس کی خواہشات کے موافق ہوں اور جو اس کا دل چاہتا ہو اس کی موافقت کریں، کیونکہ مسلمان شخص سے یہ مطالبہ کیا گیا ہے کہ وہ خواہشات نفس کی مخالفت کرے۔

فرمان باری تعالی ہے :

.{وَأَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوَى فَإِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَأْوَى}.

.{اور جو اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈر گیا اور اپنے نفس کو خواہشات سے روک دیا تو اس کا ٹھکانہ جنت ہے}.

واللہ اعلم .